نہیں تھی پھر بھی رواروی میں اس کے لیے چند منٹ نکال لیے گئے، پروگرام پر اپنا اختیار ہوتا تو کم سے کم ایک روز یہاں کے لیے رکھا جاتا، مگر ایک روز چھوڑ ایک گھنٹے کا بھی موقع نہیں تھا، "محراب علی" کے قریب تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں پڑھیں اور بھاگتے دوڑتے حضرت مسلم بن عقیل کے مزار تک پہونچے، مزار کا قبہ شاندار ہے اور دالان وغیرہ بھی وسیع ہیں، یہ عمارت "جامع کوفہ" کے ساتھ ہی لگی ہوئی ہے، اُس وقت عجیب حالت ہو رہی تھی، دل کا تقاضا تھا کہ ان کے مزار کے قریب بیٹھ کر ان کی فداکاری کی یاد تازہ کریں لیکن وہاں تو فاتحہ پڑھنا ہی دشوار ہو رہا تھا، چلیے، چلیے، گاڑیاں روانہ ہو رہی ہیں، اس مفہوم کے عربی فقرے ہر طرف سے سننے میں آ رہے تھے، "جامع کوفہ" کے صحن کے وسط میں حوض اور تہ خانے کے طرز کی ایک عمارت ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ کشتیٔ نوح کی تیاری کی اصل جگہ یہی ہے، سیر کرانے والوں سے میں کچھ دریافت بھی کرتا رہا، لیکن اس افراتفری میں ٹھکانے سے کوئی جواب دینے والا بھی نہیں تھا، حالانکہ یہ باتیں اطمینان سے سمجھنے کی ہوتی ہیں، اس شہر کی تاریخی حیثیت کیا ہے، کشتیٔ نوح کے متعلق جدید تحقیقات کیا ہیں یہ اور اسی طرح کے بہت سے سوالات تھے جن پر غور کرنے کی ضرورت تھی مگر باراتوں کی فضا میں ان چیزوں پر کون غور کرتا ہے۔ مجھے تو یہی غنیمت معلوم ہوا کہ چند لمحوں ہی کے لیے سہی اس مسجد پر نظر تو پڑ گئی جس کی رگ رگ میں انقلاباتِ زمانہ کی تجربہ کاریاں سموئی ہوئی ہیں ــــــ

مسجد کے دروازے کے بالکل سامنے ہانی بن عروہ مذحجی کی قبر تھی اس پر بھی فاتحہ پڑھی، مسلم بن عقیل کو پناہ دینے والے بہادر اور جاں باز ہانی، ابن زیاد کے ہاتوں ان کا سفاکانہ قتل، امام حسین رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کی

دردناک شہادت، سب ہی ایسے واقعات تھے جن کی یاد آرہی تھی مگر ہمیں تو جلد سے جلد نجف پہونچنا تھا، جامع کوفہ میں پیش آنے والے بے شمار تاریخی واقعات لوحِ حافظہ میں اُبھر رہے تھے جو اُبھر کر ہی رہ گئے اور گاڑیاں نجف کے لیے روانہ ہوگئیں، کوفہ اور نجف کا فاصلہ مشکل سے چند کیلو میٹر ہوگا، بلکہ شاید درمیان میں صرف ایک طویل وعریض قبرستان ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ دنیا کا سب سے بڑا قبرستان ہے، بسیں ابھی چلی ہی تھیں کہ نجف کی آبادی آگئی۔

مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی
صدر کل ہند مسلم مجلس مشاورت
و ناظم ندوۃ المصنفین ۔ دہلی

یہ مقالہ نفاذِ شریعت کانفرنس اسلام آباد میں پڑھا گیا۔

اِسلام میں تعلیم

تعلیم کی اہمیت کو آج جس شد و مد کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔ ماضی بعید میں اسی قدر شد و مد کے ساتھ اس کی مذمت کی جاتی تھی اس سے دور و نفور رہنے کی تلقین کی جاتی تھی۔ اور اس کے علمبرداروں کو نشانۂ ستم بنایا جاتا تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ تاریخ میں ایسے بھی ادوار گذرے ہیں جب تعلیم و تعلم کو معاشرہ کا ناسور بتایا جاتا تھا۔ اس سلسلہ میں جب ہم زیادہ تفصیل میں جاتے ہیں تو ہم پر اس کے تعلق سے مختلف قوموں کے حیرت ناک رویوں کا انکشاف ہوتا ہے۔

روم میں عیسائی تسلط کے بعد علم و اہلِ علم پر تباہی کا جو دور گذرا ہے وہ تاریخ کی بدترین مثال ہے۔ دین کے نام پر ہر غیر مسیحی وجود کو فنا کرنے کا عمل شروع کر دیا گیا۔ علوم و فنون کے تمام ذخیرے تلف کر دیئے گئے۔ قدیم مصر کے پایۂ تخت میفس اور عین الشمس کے کھنڈرات آج بھی اس قیامت پر نوحہ کناں ہیں۔ مصری شہر اسکندریہ جو کبھی گہوارۂ علم بنا ہوا تھا جب سلطنتِ روما کے زیرِ نگیں ہوا تو اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی۔ ہاں ہیپتیا نام کی ایک عورت اپنے وقت کی مایۂ ناز عالمہ تھی۔ زمانہ کے اعیان و رؤساء اس کی شاگردی کے خواہاں رہتے تھے۔ وہ بھی عیسائیت کے پنجۂ استبداد سے نہ بچ سکی۔